ضبط و ترتیب : ادارۃ الحق

تبدّل اور تحریف سے محفوظ کتاب

قرآن کریم

حضرت شیخ الحدیث نے یہ تقریر تعلیم القرآن سوسائٹی ڈھاکہ کے زیرِ اہتمام جلسہ عام میں ڈھاکہ کے اہم تجارتی مرکز بیت المکرم کی عظیم الشان جامع مسجد میں ہزاروں افراد کے مجمع میں ۲۴ فروری ۱۹۶۸ء کو نمازِ عصر کے بعد ارشاد فرمائی ــــــ (ادارہ)

★

(خطبہ مسنونہ کے بعد)

محترم بزرگو اور بھائیو! آپ حضرات سے ملاقات کی عرصہ سے خواہش تھی۔ دیوبند کے زمانہ قیام میں مشرقی پاکستان کے بہت سے احباب ساتھی رہے، پھر اسباق میں بھی کافی احباب کی شرکت رہی اُس وقت سے یہ علاقہ دیکھنے کا جذبہ دل میں موجزن رہا۔ پھر جب پاکستان بنا تو فطری طور پر اس خواہش میں اضافہ ہوا کیونکہ یہ حصہ ہمارے ملک کا اہم ترین بازو ہے۔ یہاں کے دینی جذبات کا حال سنتا بھی رہا اور کل سے دیکھ کر مجھے مسرت ہو رہی ہے کہ پاکستان کا جو دیندار اور مضبوط بازو ہے اور جس سے دین کی حفاظت کی توقع کی جا سکتی ہے وہ بفضلِ خدا یہی حصہ ہے۔ میں تعلیم القرآن سوسائٹی اور اس کے اراکین بالخصوص اپنے مخلص دوست حاجی بشیر الدین بوگرہ صاحب کا ممنون ہوں جن کی تحریک اور خواہش پر یہاں آنے کا اتفاق ہوا۔

دنیا کے مسلمان اس سال قرآن کریم کا جشن منا رہے ہیں اور مختلف ادارے نزول قرآن کے بارہ میں تقریبات منعقد کر رہے ہیں۔ اگرچہ قرآن سے عقیدت کا اظہار اور اس نعمت کا شکریہ ساری دنیا کے مسلمان تمام عمر بھی ادا نہیں کر سکتے۔ اس نعمت کی شکر گذاری میں اگر ساری زندگی اور جان و مال

لُٹ جائے تو اس کا حق ادا نہیں ہو سکے گا، کہاں انسان ناتوان اور بے کس مخلوق اور کہاں خداوندِ کریم کی لامحدود اور بے حد وحساب نعمتیں "وان تعدّوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا۔" اگر تم سب مل کر بھی خدا کی نعمتیں گننا چاہو تو نہ گن سکو گے ــــ پھر جب خدا نے خود فرمایا "ان الانسان لظلومٌ کفار۔" بیشک انسان اپنے اوپر ظلم کرنے والا بڑا ناشکرا ہے ــــ تو انسان کہاں نعمتِ قرآن کا حق ادا کر سکے ــــ؟ پھر بھی کیا عجب کہ یہ ظاہری اور رسمی تعلق اور لگاؤ خداوندِ کریم کی بارگاہ سے شرف قبول پا کر حقیقی معنوں میں قرآنِ حکیم پر عمل کرنے کا ذریعہ بن جائے ــــ خریدارانِ یوسف میں ایک بڑھیا نے بھی اپنا نام شامل کیا تھا۔ ہماری حیثیت تو اس بڑھیا سے بھی کم ہے۔ لیکن اگر خداوندِ کریم ہمیں بھی خریدارانِ قرآن کی فہرست میں شامل فرمائے تو یہ ہماری نجات کا ذریعہ ہوگا ــــ

بھائیو! قرآنِ مجید دنیا کی ہدایت کیلئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک کتاب ہے، جس کے بھیجنے والے (مُوحِی) خود اللہ تعالیٰ ہیں۔ اور جو اس وحی کا لانے والا ہے وہ حضرت جبرئیل جیسی قوی اور امین ذات ہے اور جس پر وحی نازل ہوئی یعنی جو موحیٰ الیہ ہیں وہ سید العالم سید الکائنات رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اوّلین و آخرین کا علم عطا فرمایا اور تمام علوم اور نوامیس کی تکمیل آپ کی ذات پر ہوئی۔ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور اقدسؐ میدانِ عرفات میں قدسیوں کی جماعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہیں کہ خداوندِ کریم کیطرف سے اس نعمتِ عظمیٰ کی تکمیل کا اعلان ہوا۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت	آج کے دن میں نے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی
علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا	نعمت تم پر پوری کر دی اور میں نے تمہارے لئے
	اسلام پسند کر لیا۔

خداوندِ کریم نے اپنی ہدایات اور نزولِ علوم کا جو سلسلہ حضرت آدمؑ سے شروع فرمایا تھا آپؐ کی ذات پر اسے تکمیل تک پہنچایا۔ یہ خداوندِ کریم کی شانِ ربوبیت ہے کہ ہر چیز کو ترقی و کمال تک آہستہ آہستہ پہنچاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی یہ عادت تکوینیات اور تشریعیات دونوں میں جاری ہے۔ بچے کو خداوندِ کریم ایک سیکنڈ میں کمال تک پہنچا سکتا ہے۔ "اذا اراد شیئًا ان یکون فیقول لہٗ کن فیکون" جب وہ کسی چیز کے ہو جانے کا ارادہ فرمائے تو کہہ دیتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے۔

پھر یہ سیکنڈ بھی ہماری زبان پر ہے ورنہ حکمِ خدا "کُن" کے سامنے اتنا وقفہ بھی نہیں۔ اگر چاہے تو ساری زمین آن کی آن میں سبزیوں، ترکاریوں اور باغات سے بھر دے۔ مگر فصلیں مہینوں

میں اور باغات سالوں میں کمال تک پہنچتے ہیں۔

پھر اس حقیقت میں ذرہ بھر اخفاء نہیں کہ ہم اپنی مرضی سے اس دنیا میں نہیں آئے نہ خود بخود پیدا ہوئے۔ افسوس کہ جہالت کا زمانہ ہے، چاہیے مشاہدات اور مادیات کے تجربات کے لحاظ سے نہ ہو مگر روحانیات اور حقائق کے ادراک کے لحاظ سے جہل کا دور ہے، آج خدا سے انکار وحی سے انکار ہے، اور کھلم کھلا تحریکیں انٹی گاڈ اور مذہب سے انکار کی چل رہی ہیں۔ اور یہ ایک ایسی جہالت ہے کہ ایک سلیم الفطرۃ اور ان پڑھ انسان بھی اسے حماقت ہی سمجھے گا۔ مگر روشن خیالی اور عقلمندی کا دعویٰ کرنے والے اسے عقل وخرد کا ثبوت سمجھتے ہیں۔ وہ زمانہ بھی گذرا ہے کہ ایک بدصو گنوار سے کسی نے دریافت کیا کہ تمہارے پاس خداوند کریم کے وجود کی کیا دلیل ہے اس نے لاٹھی اٹھا کر اسے مارتے ہوئے کہا:

البعرۃ تدل علی البعیر وآثار الاقدام	مینگنی اونٹ پر دلالت کرتی ہے اور قدموں کے
علی المسیر فسمائٌ ذات ابراج وارضٌ	نشان کسی کے چلنے پر، پس بڑے بڑے برجوں
ذات فجاج کیف لاتدلان	والا آسمان اور بڑی بڑی گھاٹیوں والی زمین ایک
علی اللطیف الخبیر۔	لطیف وخبیر ذات پر دلالت نہ کرے۔

کیا یہ عظیم ستارے یہ زمین یہ نہریں یہ دریا اور یہ ساری کائنات خود بخود پیدا ہوئی۔؟ اگر یہ فلسفی اور دہری خود بخود دنیا میں آئے ہیں تو مرتے کیوں ہیں؟ کیوں انہیں اپنے آپ کو بچانے پر اختیار نہیں۔؟ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے زمانہ میں کسی دہری نے خدا کے وجود پر مسلمانوں کو چیلنج دیا۔ حضرت امام کے ساتھ مناظرہ طے ہوا۔ وقت اور مقام مقرر کیا گیا، حضرت امام صاحب وقت مقررہ سے کچھ دیر بعد میں پہنچے۔ منکر خدا نے شور مچایا کہ جو شخص وعدے اور بات کا پکا نہ ہو اس کا علم اور کردار کیا پختہ ہوگا۔ امامؒ نے وہاں پہنچ کر فرمایا کہ میرے راستہ میں ایک دریا حائل تھا، جہاں نہ کشتی تھی، نہ ملاح، یکایک دریا میں کچھ تختے ظاہر ہوئے کہیں سے میخ کہیں سے لوہا، پھر خود بخود یہ تختے آپس میں جڑنے لگے اور کشتی تیار ہوگئی۔ جب میں اس میں بیٹھ گیا تو وہ بغیر ملاح کے خود بخود اس کنارے سے روانہ ہوکر اس کنارے آگئی، تب میں یہاں پہنچا اس وجہ سے کچھ تاخیر ہوئی۔ یہ سن کر دہری مناظر بھڑک اٹھا اور چیخنے لگا کہ اس شخص سے کیسے مناظرہ کروں جو اتنی خلاف عقل اور غلط بات کہتا ہو ـــ یہ فلسفی اور دہری لوگ ہمیشہ سے عجیب بددماغ واقع ہوئے ہیں۔ کوئی معجزہ کوئی کرامت کوئی خرق عادت بیان کرو تو شور مچائیں گے کہ طبعی حالت سے خلاف ہے عقل اسے تسلیم نہیں کرتی

اور خود ساری کائنات کو بغیر صانع و خالق کہہ کر بھی اپنے آپ کو عقلمند سمجھتے ہیں۔ تو امام صاحب نے جواب دیا کہ بس ہمارا مناظرہ اس بات پر ختم ہوا اور یہ ثابت ہو گیا کہ جب ایک کشتی بغیر مستری اور ملاح کے نہ تیار ہو سکتی ہے نہ چل سکتی ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس ساری کائنات اور پر حکمت عالم کی کشتی بنانے والا اور اس کا نظام چلانے والا کوئی نہ ہو۔۔؟ اور پھر کیسا عجیب اور پیچیدہ نظام ہے۔؟ صرف انسانی جسم کی باریکی اور حکمتوں کو دیکھ کر انسان دنگ رہ جاتا ہے۔ منہ میں جب نوالہ ڈالا جائے تو منہ کے اگلے حصہ میں جو دانت ہیں اسے چھرے کی طرح تیز بنایا تاکہ سخت چیزوں کو توڑا جا سکے۔ پھر پچھلے دانتوں کو چکی کے دو پاٹوں کی طرح کہ وہ اسے باریک کر دیں۔ پھر تالو اور زبان کی خلقت ایسی کی گئی کہ وہ کھانے والے چیز کو سمیٹ لیتا ہے اور گلے کی طرف بھیج دیتا ہے۔ اسی طرح ہر قسم کی چیز اٹھانے کے لئے ہاتھ میں انگلیاں رکھیں اور اشیاء کی اذیت اور ضرر سے بچنے کے لئے انگلیوں کے سروں میں حرارت اور برودت کا احساس سب سے زیادہ رکھا۔ پھر قبض و بسط کی ضرورت ہے کہ ہر چیز کی موٹائی اور حجم الگ الگ ہوتا ہے۔ اس کے لئے ہر انگلی میں تین تین جوڑ پیدا کر دئے کہ جتنا چاہو انہیں کھول دو۔ پھر ایک ہاتھ تنظیف اشیاء کیلئے رکھا اور ایک غیر تنظیف کیلئے کہ جس سے ناک سینکا جائے اور استنجا کیا جائے۔۔۔ اسی طرح پوری کائنات کو لیجئے موجودہ سائنس دانوں کا اعتراف ہے کہ اگر یہ چاند اور یہ سورج اپنے مدار اور موجودہ محل وقوع سے ذرا پیچھے ہٹ جائیں یا نیچے ہو جائیں تو گرمی اور سردی دونوں میں اتنی بے اعتدالی آجائے کہ ساری دنیا گرمی یا سردی کی شدت سے ختم ہو جائے اور موجودہ سارے احوال اور کیفیات بدل جائیں گے۔ غرض ایک ایک ذرہ ایک ایک چیز میں غور و فکر سے پتہ چلتا ہے کہ اسے ایک علیم و حکیم رب نے پیدا کیا اور اس احکم الحاکمین نے اس میں ہر ہر ضرورت کا لحاظ کیا۔ اور یہ سارا نظام اس طریقے سے بنایا کہ انسان ہر چیز سے فائدہ اٹھا سکے اور وہ اس کے لئے کارآمد ہو، ہر چیز حکمت خداوندی کی آئینہ دار ہے اور ہر چیز مناسب ہے۔ وکل شیئ عندہ بمقدار۔ انسان کھانے پینے رہنے سہنے کا محتاج ہے۔ تو وہ سب چیزیں عطا فرما دیں جس سے یہ خود زندہ رہ سکے پھر اسے اپنی نسل باقی رکھنے کیلئے توالد و تناسل کا طریقہ بتلایا اور بقائے نسل کی جو ضروریات تھے وہ چیزیں بھی عطا فرما دیں۔۔۔ دیکھئے راستہ پر چلنے کیلئے پاؤں کی ضرورت ہے اور راستہ کی رکاوٹوں اور ضرر رساں چیزوں سے بچنے کے لئے آنکھوں کی ضرورت ہے تو آنکھیں بھی عنایت فرما دیں زندہ رہنے کے لئے ہوا کی ضرورت ہے۔ تو ہر جگہ ہوا کا خزانہ بھی عام کر دیا۔ پھر ہمیں ایک دوسرے تک اپنی باتیں پہنچانی تھیں

تو یہی ہوا آواز پہنچانے کا ذریعہ بھی بنتی ہے۔ یعنی ہوا آواز و اصوات سے متکیف ہوکر دوسرے تک آواز پہنچانے کا ذریعہ ہے۔ اور اس ہوا کو روک کر دماغ تک پہنچانے کیلئے ایک گول دائرہ کی شکل میں کان دئے جو ہوا کو روک کر آواز اندر پہنچا دیتے ہیں۔ اگر کان نہ ہوتے اور صرف سوراخ ہوتا تو آواز سے متکیف ہوا بمشکل اندر جاتی اور اگر کان آواز کی شدت کو اعتدال پر نہ رکھتے تو بسا اوقات آواز کی تیزی کی وجہ سے دماغ کا پردہ پھٹ جاتا۔ ان حکمتوں کی وجہ سے ایک خاص نہج پر کان بنا دئے۔ بیشک وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا...... وما بکم من نعمۃ فمن اللہ۔ اور تمہارے اوپر جو بھی نعمت ہے وہ خدا ہی کی جانب سے ہے۔

بھائیو! ذرا خدا کی نعمتوں پر سوچتے رہو۔ یہ آیات آفاقی اور انفسی خدا کی پہچان کا ذریعہ ہیں۔ مگر غور و فکر اور سوچنے کا وہ مطلب نہیں جس کی آجکل دعوت دی جارہی ہے اور کہا جارہا ہے کہ قرآن پر سوچو، اور پھر اپنے اس من گھڑت تفکر اور اختراعات کو قرآن کا خلاصہ اور نچوڑ کہا جارہا ہے۔ سوچنے سے کون منکر ہوگا۔ مگر قرآن میں تفکر سے مراد وہ غور و فکر ہے، جو خود حضورؐ نے فرمایا۔ حضرت صدیقؓ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ نے قرآن پر سوچا ہے۔ لاکھوں صحابہؓ کروڑوں تبع تابعین نے تفکر کیا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ، امام بخاریؒ اور امام احمدؒ نے غور و فکر کیا ہے۔ اور قرآن کے معانی سمجھ لینے سے ان کی عاقبت سنور گئی، اعمال اچھے ہوگئے اور دین و دنیا کی فلاح و بہبودی ان کے ہاتھ آئی۔ اور اس غور و فکر کو انہوں نے معرفت رب اور ایمان بالغیب کا ذریعہ بنا دیا۔ مگر آج ہمیں دعوت دی جارہی ہے کہ "ان سب طور طریقوں اور پرانی لائن سے ہٹ کر تفکر کرو اور اس انداز سے تفکر کرو کہ پرانی سب چیزیں چھوٹ جائیں اور تم میں اور یہود و نصاریٰ میں کوئی امتیاز اور فرق باقی نہ رہ سکے، چاہے قرآن کے الفاظ کو باقی رکھو مگر اپنے غور و فکر کے ذریعہ اس کے معانی اور مصداقات تبدیل کر دو۔

حضور اقدسؐ کو کفار نے بڑی سے بڑی پیشکش کی کہ اللہ تعالیٰ کیطرف سے لوگوں کو دعوت تو دیجئے مگر ہمارے معبودوں کی مخالفت مت کیجئے۔ آج بھی کہا جارہا ہے کہ لا الہ الا اللہ تو سنوا دیجئے مگر پیغمبر ماننے کی شرط اسلام کے لئے لازم نہ کیجئے۔ یعنی پیغمبر کو ماننا یا اُس کو خاتم النبیین کہنا ضروری نہیں (معاذ اللہ)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس قسم کی تقسیم اور تفریق کرنے اور اس میں تبدیل و تحریف کرنے والوں

کے بارہ میں فرمایا :

ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ	بیشک جو لوگ خدا اور رسول کے درمیان تفریق
ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض	کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بعض کو مانیں گے اور
اولئک ھم الکفرون حقا۔	بعض کو نہیں اور چاہتے ہیں کہ اپنے لئے بیچ
....	کی راہ نکال لیں۔ بیشک یہی لوگ کافر ہیں ٹھیک ٹھیک۔

یہ کہنا کہ قرآن کو تو مانتے ہیں مگر پیغمبر کی تشریحات و اقوال کو نہیں مانتے یہ تو ایسا ہے کہ ایک شخص کہتا ہے کہ میں اس ملک کے صدر کو تو مانتا ہوں مگر اُس کے نمائندہ کو نہیں مانتا تو کہا جائے گا کہ یہ سچا باغی ہے ...... تو خداوند کریم نے ایسے لوگوں کے بارہ میں فرمایا کہ بیشک یہی لوگ سچے کافر ہیں حضورؐ کو بھی کہا گیا تھا کہ درمیانی راستہ اختیار کرو۔ تشدد نہ کرو بلکہ بعض باتوں کے نہ ماننے اور اس میں کمی بیشی کی گنجائش نکال دو ـــ اور آج بھی ایسی آوازیں اٹھتی ہیں۔ تو قرآن کریم نے ان باتوں کا جواب دیا :

قل ما یکون لی ان ابدلہ	تم کہہ دو کہ مجھے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ اپنی طرف
من تلقاء نفسی ان اتبع	سے اس کو تبدیل کر دوں میں تو اُسی کی پیروی کرتا ہوں
الا ما یوحیٰ الیّ ۔	جو مجھ کو وحی کی جائے۔

میری یہ شان نہیں کہ اپنی طرف سے اس دین میں گڑبڑ کروں اور اسے اپنی مرضی کے موافق معانی پہنا دوں میں اپنی جانب سے ذرہ برابر تبدیل و ترمیم نہیں کر سکتا ...

ہمیں آج سوچنے کی دعوت دی جا رہی ہے۔ بیشک قرآن میں جگہ جگہ سوچنے کی دعوت ہے مگر اس تفکر کا مطلب تو یہ تھا کہ مثلاً حضرت موسیٰ کی قوم کے حالات پر نظر کرو انبیاء کی اولاد تھی اور جب متبع شریعت تھی تو خدا نے ان کو مصر کی حکومت دی، فرعون اور اس کی قوم کو غرق کر دیا اور عمالقہ کی املاک پر ان کی سلطنت قائم فرما دی ان میں سے سلیمان علیہ السلام جیسے بادشاہ اور لقمان حکیم جیسے عقلمند پیدا فرما دئے اور وفضلناھم علی العالمین کی بناء پر انہیں اپنے زمانہ کی تمام اقوام پر فضیلت دی۔ مگر مادی شان و شوکت اور ہر طرح سامانِ معیشت کی فراوانی کی وجہ سے انہوں نے کونسا راستہ اختیار کیا۔؟ ان کا شیوہ تھا کہ ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل جن چیزوں کے ملانے کا خدا نے حکم دیا تھا اُسے توڑتے تھے، نیز ان کی حالت یہ تھی کہ یحرفون الکلم من بعد مواضعہ اللہ کی باتوں کو ان کی جگہوں سے بدل دیتے تھے۔

ان کو کہا گیا کہ والدین سے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرو، انسانیت کی بھلائی چاہو، انبیاء کا احترام کرو، اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی مت کرو تو انہوں نے ان سب چیزوں کو توڑ دیا دیفسدون فی الارض۔ زمین میں فساد برپا کیا، کہیں زنا کا بازار گرم کیا تو کہیں رقص وسرود کا سلسلہ شروع کیا، پھر اس کے ساتھ یہ عیاری اور چالاکی کی اپنی مرضی کے علماء کو جمع کرکے انہیں آسمانی تعلیمات میں ترمیم وتبدیل اور احکام الٰہی سے فرار کے راستے نکالنے پر مامور کیا جس کے نتیجہ میں خداوندکریم نے انہیں لعنت کا مستحق قرار دیا اور اپنی رحمت سے ہٹا دیا۔ یہ لوگ مشرک نہیں تھے۔ کلمۂ توحید کہتے تھے۔ رسالت موسیٰ علیہ السلام کا اقرار کرتے تھے مگر جرم یہ تھا کہ یحرفون الکلم عن مواضعہ۔ احکام الٰہی کو اپنی جگہ سے ہٹاتے تھے اور اپنی مرضی اور خواہشات کے مطابق اسکی توجیہ وتاویل کرتے، مثال کے طور پر جی میں آیا تو سود کو حلال کہا کہ مطلق سود تو خدا کا مراد نہیں اضعافاً مضاعفۃ (سود مرکب) حرام ہے۔

یہ ہے تاویل وتحریف جو یہود کا شیوہ ہے۔ خداوند تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے یہود پر اپنا غضب ڈال دیا اور انہیں ذلت اور خواری میں مبتلا کر دیا۔ آج اگر ہماری تنبیہ اور نصیحت کے لئے یہود کو کچھ غلبہ ہوا ہے تو اس سے پریشان نہیں ہونا چاہئے۔ یہود کو خدا نے جن گمراہیوں اور طور طریقوں کی وجہ سے ذلت میں ڈال دیا اگر وہی چیزیں ہمارا شیوہ بن جائیں تو وہ ہمیں ایک مغضوب قوم کے ہاتھوں تنبیہ کرانے پر بھی قادر ہیں۔ اور ہمیں متنبہ کر دیا۔ آج اگر کچھ عارضی شان وشوکت ہے تو وجہ یہ ہے کہ اللہ تو سب کا رب ہے، کافر کو بھی روٹی دیتا ہے۔ وہ ہم جیسے تو جعلہ نہیں کہ ذرا سی بات پر کسی کو گھر سے نکال دے۔ وہ تمام عالمین کا رب اور سب کا پالنے والا ہے۔ اور پھر حکیم اور علیم بھی ہے۔ یہود کے عارضی غلبہ کے بعد دنیا کی بڑی طاقت امریکہ کی تھی اس نے یہود کو آگے کر دیا تو خدا نے اسی امریکہ کو ویٹ نام میں ایسا مٹایا کہ اس کی ساری فرعونیت خاک میں مل گئی کہ جب امریکہ نے مغضوب اور ملعون قوم کا ساتھ دیا تو خود بھی ملعون اور مغضوب بن گیا۔ امریکہ کی رسوائی بھی یہود کے ذلیل ہونے کی دلیل ہے۔ جب کوئی طاقت اور حکومت ظلم اختیار کرے تو ظالم کا تختہ جلد الٹ جاتا ہے۔

سورۃ بقرہ میں یہود کے ان واقعات میں مسلمانوں کے لئے نصیحت ہے کہ خدا نے تمہیں سب سے بہتر امت اور حضور خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا غلام بنایا اور حضورؐ کی غلامی اتنی بڑی چیز ہے کہ قیامت کے دن حضورؐ سب سے پہلے قبر سے اٹھیں گے۔ پھر اہل مدینہ، پھر اہل مکہ،

پھر تمام مسلمان، اسی طرح تمام مسلمان سب سے پہلے پل صراط سے حضورؐ کے ساتھ گذریں گے۔ سب سے پہلے آپؐ اور آپ کی امت کیلئے جنت کا دروازہ کھول دیا جائے گا ـــ دیکھئے صدر کہیں جارہا ہو تو اس کا جوتے اٹھانے والا، پنکھا چلانے والا خادم اور غلام بھی ساتھ ساتھ جاتا ہے۔ اگر کوئی صدر کا چپڑاسی ہے تو وزیر اعظم سے بھی پہلے صدر کے ساتھ ساتھ جائے گا۔ حضورؐ تمام انبیاء کے سردار ہیں۔ تو غلامان محمدؐ بھی ساتھ ہی ہوں گے ـــ تو اس امت کو جو حضورؐ کے صدقے سے خیر الامم ہے، بقرہ میں بنی اسرائیل کے واقعات سے سبق لینے کی تلقین کی گئی کہ اس شان کے باوجود اگر تم نے نافرمانی کی اور اپنے آپ کو دوسری قوموں کی حالت اور حیثیت پر بدل دیا۔ اور دوسروں کی تقلید سے مرعوب ہو کر اپنے دین سے ہاتھ دھو بیٹھے، کہیں سنت سے انکار، کہیں قرآن سے انکار، کہیں دیگر محرمات و محلات میں تبدیلی کی تو تمہارا انجام بھی یہود جیسا ہوگا۔

قرآن پاک ہمیں اس قسم کے غور و فکر کا سبق نہیں دیتا کہ ہم اوروں سے مرعوب ہو کر ان کی آنکھوں سے قرآن کو دیکھیں ـــ آج اسی کروڑ مسلمان تھوک کر بھی یہود کو ڈبو سکتے ہیں ـــ مگر آج بجائے فاتح کے مفتوح ہیں۔ اس لئے کہ بجائے اتباع قرآن کے ہم ماحول سے ڈر رہے ہیں۔ کہ جاپان، چین، امریکہ اور روس کا ماحول بدل چکا ہے، تو مولوی صاحب تم بھی ذرا سوچو ماحول کو بدل دو تنگ دائرہ میں کیوں بیٹھے ہو ذرا ماحول کی رعایت کر کے دین میں کچھ نرمی پیدا کر دو۔"

حضورؐ کی بعثت کے وقت دنیا زنا، سود اور شراب سے بھری ہوئی تھی تمام ممالک پر ان کفریات کا غلبہ تھا تو کہنا چاہیئے تھا کہ کچھ نرمی ہونی چاہیئے اور زنا اور سود خواری حرام نہ ہونی چاہیئے؛ ترقی کی جو صورت قیصر اور کسریٰ کو نصیب تھی حضورؐ نے اس نام نہاد ترقی کی خاطر اپنی امت کو اس کے راستہ پر کیوں نہ ڈالا ـ ؟ وہاں تو ایک ایک صحابیؓ کا یہ حال ہے کہ دین کے کسی مسئلہ اور حضورؐ کی کسی سنت کی خاطر ماحول کی ذرہ برابر پرواہ نہ کی۔ حضرت حذیفہؓ بن الیمان بہت بڑے علاقہ کے حاکم تھے ایک دن بڑے بڑے امراء اور رؤساء دیگر قوموں کے موجود تھے۔ بہت بڑے مجمع میں ان کے ہاتھ سے ایک نوالہ گرا ساتھیوں نے اشارہ سے کہا اسے مت اٹھائیے اس کا اٹھانا بری بات ہے، فیشن اور ترقی کے خلاف ہے حضرت حذیفہؓ ان باتوں کو کب خاطر میں لا سکتے تھے ـــ ایک نوالہ بھی خدا کی دی ہوئی نعمت ہے اگر اس کے ساتھ کچھ آلائش ہے اسے ہٹا کر کھا لیا جائے تا کہ خدا کی نعمت کی بے قدری نہ ہو اور جب تم بے قدری نہ کرو تو خدا نعمتوں میں اضافہ کر دے گا۔ ولئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید۔ تو حضرت حذیفہؓ نے

اپنے ساتھیوں کو ڈانٹ کر کہا کہ ان کتوں کی وجہ سے میں اپنے نبیؐ کی سنت چھوڑ دوں اور ماحول سے دب جاؤں۔

حضرت عمرؓ بیت المقدس میں فاتحانہ داخل ہو رہے ہیں، پھٹے پرانے پیوند لگے کپڑے پہنے ہیں۔ سواری کیلئے اونٹنی ساتھ ہے بعض لوگوں نے اچھے کپڑے اور گھوڑا پیش کر دیا کہ کافر اور مسیحی سب استقبال کے لئے کھڑے ہیں۔ مگر حضرتؓ نے انکار کر دیا کہ میں ان سے متاثر ہو کر کیوں اپنی عادت اور تہذیب بدلوں اسی اونٹنی کی سواری میں ان کا غلام بھی شریک تھا۔ اور شہر میں داخلہ کے وقت اتفاقاً غلام کی باری تھی، آپ نے غلام کو اونٹنی پر بٹھلایا اور خود مہار پکڑے جا رہے تھے۔
یہ تھا ان حضرات کا کردار، دین پر عمل کرنے کیلئے سوچ و فکر کا انداز کہ قرآن کے سیاق اور سباق کے مطابق اور حضورؐ کی ہدایات و ارشادات کی روشنی میں احکام کا استنباط اور استخراج کیا جائے نہ کہ دیگر اقوام کی تقلید میں اور ماحول کی موافقت میں وحی الٰہی کو تبدیل کیا جائے۔ پیغمبر کو خدا کا حکم تھا: مایکون لی ان ابدلہ من تلقاء نفسی۔ میری کیا مجال کہ اپنی مرضی سے اس میں تبدیل کروں۔
جس خدا نے ہمارے لئے دیگر ضروریات پیدا کیں جس نے مادی حاجات سے ہمیں مستغنی کر دیا، اُس نے اپنی مرضیات پر چلنے اور اپنے ساتھ تعلق قائم کرنے کے لئے وحی بھی نازل کی زبان، عقل، فکر، روح سب خدا نے دیں تو ہدایت اور رہنمائی بھی ہماری اللہ ہی کر سکتا ہے۔ اُس نے دیگر ضروریات کیطرح ابتدائے آفرینش سے روحانی تربیت کی ضرورت بھی پوری فرما دی، آدم علیہ السلام سے حضورِ اقدس تک انبیاء کا سلسلہ چلایا کسی کے اوپر کتابی کسی کے اوپر صحیفی اور کسی کے اوپر کلامی شکل میں اپنی ہدایت نازل فرمائی اور حضورِ اقدسؐ کو علمی لحاظ سے سب سے جامع اور مکمل کتاب دی گئی کہ آپ کا خاص شان علم ہی تھا۔ معراج کی رات جبرئیل علیہ السلام نے چار گلاس پیش فرمائے، جن میں دودھ، شہد، پانی اور شراب تھا۔ گو وہ شراب جنت کا تھا جس میں نشہ وغیرہ نہ ہوگی۔

لا فیھا غول ولا ھم عنھا ینزفون۔ — نہ اس شراب سے سر پھرتا ہے۔ اور نہ وہ اسکو پی کر بہکیں۔

پھر بھی حضورؐ نے دودھ کے گلاس کو پسند فرمایا۔ حضرت جبرئیلؑ نے اس پر خدا کا شکر ادا کیا اور فرمایا کہ الحمد للہ خدا نے آپ کی رہنمائی فرمائی۔ عالم مثال میں دودھ علم کی مثال ہے۔ اور حضورؐ نے علم کو پسند فرمایا۔ آج جو ترقیات علمی اور سائنسی آپ دیکھ رہے ہیں، یہ پیغمبر کی برکت سے ہیں۔ کیونکہ پیغمبر اپنی امت کے احساسات اور حالات کا اصل منبع ہوتا ہے۔ جیسے کہ استاد و شاگرد اور باپ بیٹے

میں مناسبت ہوتی ہے، تو حضورؐ کی جو امت ہے خواہ امت اجابت یعنی مسلمان ہیں یا امت دعوت ہے جس میں تمام عالم کے کفار بھی شامل ہیں۔ ان سب میں حضورؐ کے بعد علم کی شان غالب ہو گئی امت اجابت میں حقیقی معنوں میں کہ جو دینی اور اخروی علوم ہیں اُس کی نظیر دیگر امتوں میں نہیں مل سکتی۔ اس طرح دیگر اقوام کو سائنسی اور مادی علوم میں اسلام آنے کے بعد جو ترقی ہوئی وہ پہلے نہ تھی۔ غرض جو بھی علم دنیا میں پھیل رہا ہے اس کا مظہر اتم حضورؐ کو بنا دیا گیا تھا۔ اور جب امت علماً و عقلاً اکمل و مکمل ہے اور زمانہ علم کے عروج اور انتشار کا تھا تو حضورؐ کو جو وحی یعنی کتاب دی گئی وہ بھی جامع اور کامل ہے۔ اور جب قیامت تک حضورؐ کی نبوت باقی ہے تو اس وحی کو بھی خدا نے ہر قسم کی تبدیلی سے محفوظ کر دیا کہ کسی دشمن اور مخالف کی سیہ کاریوں سے اس میں باطل کی ملاوٹ نہیں ہو سکتی، قیامت تک اس کے الفاظ اور معانی و مطالب محفوظ رہیں گے لایاتیہ الباطل۔ سارا امریکہ اور برطانیہ بھی کسی کی پشت پر کھڑا ہو اور وہ ایک ایک مجلس میں قرآن کے خلاف لاکھوں روپے خرچ کریں، پھر بھی نہ اس میں کچھ داخل کر سکتے ہیں۔ اور نہ اس سے کچھ گھٹا سکتے ہیں۔ قرآن کی حفاظت ہمارے ذریعہ سے نہیں بلکہ ہم خود اس کے ذریعہ سے محفوظ ہیں۔ اور اگر ہم نے اسے چھوڑ دیا تو خدا یہ نعمت ہم سے چھین کر اوروں کو دے دیگا، اور ہم محروم رہ جائیں گے ...... خداوند کریم ہمیں صحیح معنوں میں اس پر عمل کرنے اور اسکی خوشی منانے اور اس نعمت کا شکریہ ادا کرنے کی توفیق دے۔ آمین

تبلیغی لٹریچر مفت

پوسٹر خطرہ، بڑا گناہ بڑا ثواب، روضۃ المیراث، نماز با جماعت مسواک وغیرہ کے متعلق پوسٹر اور متفرق کتابچے ۱۰ پیسے برائے محصولڈاک بھیج کر مفت طلب فرمائیں۔ ملنے کا پتہ: مکتبہ اہل سنت و جماعت۔ ملتان

موتیا روک

- موتیا روک موتیا بند کا بلا اپریشن علاج ہے۔
- موتیا روک دھند، جالا، پھولا، ککروں کیلئے بھی بیحد مفید ہے۔
- موتیا روک بینائی کو تیز کرتا ہے۔ اور چشمہ کی ضرورت نہیں رہتی۔
- موتیا روک آنکھ کے ہر مرض کے لئے مفید ہے۔

بیت الحکمت

لوہاری منڈی لاہور

دیرینہ، پیچیدہ، جسمانی، روحانی

امراض

کے خاص معالج

جمال شفاخانہ رجسٹرڈ نوشہرہ

ضلع پشاور